دیوارِ گریہ.... اشعار کے پیچھے

انور مسعود

بڑے نمناک سے ہوتے ہیں انورؔ قہقہے تیرے
کوئی دیوارِ گریہ ہے ترے اشعار کے پیچھے

لینہ اور حاشر کے نام

ترتیب

ضرورت ہے

دوئی وی آرٹسٹ

ٹوہوم اِٹ مے کنسرن

ہم جا رہے ہیں بھائی

جاتے جاتے

*بجیرو بھی کھڑی ہے اب تو ان کی کار کے پیچھے

فصیح الملک

اُوں ہُوں

لاثانی زنانی

خارج از نصاب

روٹ ایک اومنی بس کا

خطیب

یونیورسل

اُفتاد

ردیف تو آئے گی

اس کے در پر وہ جو اک دربان پایا جائے ہے۔

درسِ امروز

داخل دفتر

عشرت فانی

ملتے جلتے

سادہ و رنگیں

ثابت قلم

رویتِ ہلال

دعا

تم بھول گئے شاید

بیلنس شیٹ

ہکلی غزل

تازہ خبر

تھرو پراپر چینل

رنگ میں بھنگ

کرے گا کیا؟

گلکار

کنگ سائز

مہماندار

قیس بنی عامر اور لیلیٰ کی ماں

بیان حلفی

باز اپنی جفا سے ستم ایجاد نہ آیا

دیکھتے جاؤ

پاپ

معذور ادیب

میزبان

کرّ و فرّ

صحبت آدم

سودائی

گر تو برا نہ مانے

یا مظہر العجائب

تجھے مجھ سے مجھ کو تجھ سے جو بہت ہی پیار ہوتا

ماہر امراض چشم

پروز پوئٹ

اگر

درد و درماں

آن بیان اسہل

کون اسے سمجھائے

ناطقہ سر بہ گریباں

بھرپور

ایک جدید ترین نظم

عطیہ چشم

مردھونی چاہیے خاتون ہونا چاہیے

شین قاف

لو۔دوا

عبدالحمید عدمؔ

جبر و قدر

فضیلت مآب

ورثہ

انتخابی منشور

فطرت لاثانیہ

پیغامِ ضمیر

بمناسبت جشن خمار

جناب عالی

امجد اسلام امجد

محمد کبیر خان

سرفراز شاہد

شکر و تشکّر

یہ مختصر سا ابتدائیہ دراصل اظہار تشکر کا ایک ناتواں سا پیرایہ ہے ......میرے پنجابی مجموعہ کلام ''میلہ اکھیاں دا'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا اور اب اس کا بارہواں ایڈیشن شائع ہونے والا ہے۔ اردو مزاحیہ قطعات کا مجموعہ ''قطعہ کلامی'' پہلی مرتبہ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا اور اس کی رفتار اشاعت بھی اسی طرح حوصلہ افزا ہے۔

اس قبول خاطر کے لیے مجھ پر سب سے زیادہ رب کریم کا شکر واجب ہے کہ وہی ذات ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان کیا۔ قارئین کی طرف سے جو صمیمانہ پذیرائی مجھے نصیب ہوئی ہے میں اس کے لیے سراپا تشکر ہوں۔

شدید گھٹن کے اس دور میں مزاح ہی ایک ایسا دریچہ ہے جو فراوانی کے ساتھ آکسیجن فراہم کرتا ہے ......ہنستے ہنستے تارِ احساس بھی تھرا اٹھے تو میرے نزدیک مزاح کی

اہمیت دوچند ہوتی ہے۔

''قطعہ کلامی'' کے بعد میں نے اردو میں مزاحیہ قطعے، غزلیں اور نظمیں لکھی ہیں زیرِ نظر مجموعہ انہی کی جمع آوری کی ایک صورت ہے۔

افتادِ طبع کے باعث میرے لیے ترتیب کلام کا مرحلہ بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ خدا سلامت رکھے توصیف تبسم کو......ہمارے یہ ڈاکٹر صاحب قابل رشک ترتیبی مزاج کے حامل ہیں۔ انہوں نے حسب سابق اس مرحلے میں بھی بڑے حسن تعاون کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک مزاحیہ مجموعے کی ترتیب کے ضمن میں آخر میں اس شخص کا تعاون کیوں نہ حاصل کرتا جس کا نام ہی تبسم ہے......میں ڈاکٹر توصیف تبسم کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

انور مسعود

۴۰۳۔ آئی نائن ون اسلام آباد

سادگی و پرکاری

عمدہ مزاح کا انحصار بڑی حد تک ELEMENT OF SURPRISE (عنصر استعجاب) پر ہوتا ہے۔ جن قارئین نے انور مسعود کو مشاعرے لوٹتے دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان کے قطعات کے پہلے تین مصرعے، انہی کی طرح، بظاہر بالکل گھریلو اور بے ضرر سے نظر آتے ہیں، لیکن چوتھے چلبلے مصرعے میں اچانک ان کی آنکھوں کی ساری شوخی معصوم شرارت پر اتر آتی ہے۔ بڑی سے بڑی اور گھمبیر سے گھمبیر بات کو ایسے ہلکے پھلکے اور دھیمے لہجے میں کہنے کا ہنر جانتے ہیں کہ سننے والا پہلے مسکراتا ہے، پھر سوچ میں پڑ جاتا ہے:

بچے کے ہاتھ سے جو دہی گر پڑا ہے آج
اس میں تمام پچھلی حکومت کا دخل ہے

یا

میں نے کہا کہ بزمِ ناز! اس نے کہا کہ کیا کہا؟
میں نے کہا کہ کچھ نہیں، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے

سادگی ان کی دلآویز شخصیت، انداز نظر اور پیرایۂ اظہار کا جوہر ہے۔ ان کی تحت اللفظ پڑھت بھی بظاہر بہت سادہ لگتی ہے۔ لیکن "کوئی سادہ ہی اس کو سادہ کہے" وہ اپنے لفظ اور سامعین، دونوں کے مزاج داں ہیں۔ ان کی ساری صناعی کا راز ان کی اسی سادہ وضع میں مضمر ہے۔ بہترین ریاض اور اثر انگیز مزاولت وہ ہے جس کی چھاپ صناعی پر نظر نہ آئے۔ انور مسعود نے ایک عمر ایسا ہی ریاض کیا ہے۔ لفظ میں ایسی کاٹ سان پر چڑھے بغیر نہیں آتی۔

ان کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ گہرا ہے۔ ان کی نگاہ سے حالات حاضرہ کا کوئی

مضحک پہلو نہیں بچتا۔ ان کا شائستہ مزاح، ان کے تبحر علمی، تازہ کاری اور رعایت لفظی پر حیرت انگیز قدرت سے عبارت ہے۔ تحریف، تضمین اور پیروڈی اس برجستگی سے کرتے ہیں کہ اصل کو بھی اپنا ہی کرشمۂ کلام بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ انہوں نے طنز و ایجاز کے جو گل کھلائے ہیں وہ ان کی فنکارانہ مہارت کا اعجاز ہے۔

عوام میں مقبولیت، مسائل کے تنوع اور عوامی آہنگ کے پیش نظر امجد اسلام امجد نے انور مسعود کو ہمارے عہد کا نظیر اکبر آبادی کہا ہے اس میں ہم صرف اتنا اضافہ کریں گے کہ نظیر اکبر آبادی تو گلی گلی ایک ٹٹوانی (مادہ ٹٹو) پر سوار گھوما کرتے تھے۔ روایت ہے کہ اسے سدھا رکھا تھا کہ راستے میں جہاں کسی نے ان کو سلام کیا اور وہ ٹھہر گئی تا کہ وہ ارتجالاً کچھ اشعار کہہ کر سلام یا فرمائش کرنے والے/والی کو بخش دیں۔ انور مسعود جیٹ طیارے سے کم کسی سواری میں نہیں دیکھے گئے۔ غریب نظیر

اکبر آبادی تو اپنے عہد کے رؤسا اور معززین شہر کے مشاعروں میں بار نہیں پاتا تھا، جب کہ اندروں و بیرون ملک کوئی مشاعرہ انور مسعود کے بغیر مکمل تصور نہیں کیا جاتا۔ ان کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مشاعروں میں بڑے بڑے استادان سے پہلے پڑھنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی

۱۱ مارچ ۱۹۹۶ء

☆

بڑے نمناک سے ہوتے ہیں انورؔ قہقہے تیرے
کوئی دیوارِ گریہ ہے ترے اشعار کے پیچھے

سائیڈ ایفیکٹس

سر درد میں گولی یہ بڑی زود اثر ہے
پر تھوڑا سا نقصان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے پیدا کوئی تبخیر کی صورت
دل تنگ و پریشان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے کچھ ثقلِ سماعت کی شکایت
بیکان کوئی کان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ممکن ہے خرابی کوئی ہو جائے جگر میں
ہاں آپ کو یرقان بھی ہو سکتا ہے اس سے

پڑ سکتی ہے کچھ جلد خراشی کی ضرورت
خارش کا کچھ امکان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے یادیں بھی ذرا سی متاثر
معمولی سا نسیان بھی ہو سکتا ہے اس سے

بینائی کے حق میں بھی یہ گولی نہیں اچھی
دیدہ کوئی حیران بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتا ہے لاحق کوئی پیچیدہ مرض بھی
گردہ کوئی ویران بھی ہو سکتا ہے اس سے

ممکن ہے کہ ہو جائے نشہ اس سے ذرا سا
پھر آپ کا چالان بھی ہو سکتا ہے اس سے

انٹیک

جدیدیت کی حد یہ آخری معلوم ہوتی ہے
کہ اب تو ہر پرانی شے نئی معلوم ہوتی ہے

غزل

طے ہو گیا ہے مسئلہ جب انتساب کا
اب یہ بھی کوئی کام ہے لکھنا کتاب کا

کھایا ہے سیر ہو کے خیالی پلاؤ آج
پانی پھر اس کے بعد پیا ہے سراب کا

دیکھی ہے ایک فلم پرانی تو یوں لگا
جیسے کہ کوئی کام کیا ہے ثواب کا

شوگر نہ کسی بھی مسلمان کو اے خدا
مشکل سا اک سوال ہے یہ بھی حساب کا

انورؔ مری نظر کو یہ کس کی نظر لگی
گوبھی کا پھول مجھ کو لگے ہے گلاب کا

فاعتبروا یا اولی الابصار

کس طرح کا احساس زیاں ہے جو ہوا گم
کس طرح کا احساس زیاں ہے جو بچا ہے
ملک آدھا گیا ہاتھ سے اور چپ سی لگی ہے
اک لونگ گواچا ہے تو کیا شور مچا ہے

جوہر اور جواہر

اگر ہیں تیغ میں جوہر، جواہر ہیں خمیرے میں
ادھر زور آزمائی ہے، ادھر طاقت کے نسخے ہیں
مطب میں اور میدان دغا میں فرق اتنا ہے
وہاں کشتوں کے پشتے ہیں، یہاں پشتوں کے کشتے ہیں

سپر مین

میں نے کہا کہ آپ نے روک لیا ہے کیوں ہمیں
اس نے کہا تم ایسی بات اپنی زباں پہ لائے کیوں
تم تو ہو صرف آدمی، ہم ہیں پولس کے آدمی
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم ، کوئی گذر کے جائے کیوں

لاادریّت

مرے ہم فکر ہیں خیام جیسے
مری یہ بات جذباتی نہیں ہے
سمجھ میں ایک شے آئی ہے انور
سمجھ میں کوئی شے آتی نہیں ہے

اعجاز عجز

کس مخمصے میں ڈال دیا انکسار نے
اپنے کہے پہ آپ ہی میں شرمسار ہوں
لے آیا میرے واسطے وہ ایک بیلچہ
اک دن یہ کہہ دیا تھا کہ میں خاکسار ہوں

ماہرِ خصوصی

سن کر بات معالج کی
کیوں نہ میں اس پر کر دوں رِٹ
کھجلی پر یہ رائے دی
یوں وِل ہیو ٹُو لِو وِد اِٹ

(You will have to live with it.1)

ہوئی تاخیر تو......

اپنے لشکر لے کے اب تک وہ یہاں پہنچا نہیں
کچھ سبب ہو گا نا انکل سام کی تاخیر کا
انور اس وادی میں کوئی تیل کا چشمہ نہیں
اس لیے لٹکا ہوا ہے مسئلہ کشمیر کا

رب نہ دکھائے

توبہ توبہ!

ننگا پنڈا

ننگا سینہ

بڑا کمینہ

ڈش اینٹینا

الیکشن ۹۳ء

اتنا شفاف الیکشن ہے کہ ماشاللہ

”صاف اِدھر سے نظر آتا ہے اُدھر کا پہلو“

غزل

ہے آپ کے ہونٹوں پہ جو مسکان وغیرہ
قربان گئے اس پہ دل و جان وغیرہ

بلی تو یونہی مفت میں بدنام ہوئی ہے
تھیلے میں تو کچھ اور تھا سامان وغیرہ

بے حرص و غرض فرض ادا کیجئے اپنا
جس طرح پولیس کرتی ہے چالان وغیرہ

اب ہوش نہیں کوئی کہ بادام کہاں ہے
اب اپنی ہتھیلی پہ ہیں دندان وغیرہ

کس ناز سے وہ نظم کہہ دیتے ہیں نثری
جب اس کے خطا ہوتے ہیں اوزان وغیرہ

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
گھوڑوں کی طرح بکتے ہیں انسان وغیرہ

ہر شرٹ کی بُشرٹ بنا ڈالی ہے انور
یوں چاک کیا ہم نے گریبان وغیرہ

سرِ بزم

کل جو ہوا ہے دفعتہً اس سے مرا مکالمہ
خوبیِ اختصار کا تجربہ کچھ یونیک۱۔ ہے
میں نے کہا کہ کچھ نہیں ، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے

۱۔ Unique

نیو ورلڈ آرڈر

انہیں ضد ہے ، ہوا اسلامیوں کی
کسی گاڑی کے ٹائر میں نہ ہووے
انہیں جمہوریت اچھی لگے ہے
اگر یہ الجزائر میں نہ ہووے

اردوئے محلّہ

بہت لاضروری ہے معلوم کرنا
وہ رسا تڑا کر کدھر کو گئی ہے
ادھر چین سے آپ بیٹھے ہوئے ہیں
ادھر بھینس مدنظر ہو گئی ہے

تمت بالخیر

ہے اب بچوں کی قلت پر پریشاں مغربی دنیا
وہاں بوڑھوں کی کثرت ہو گئی ہے پیر خانوں میں
عمل بہبود آبادی پہ کر کے دیکھ لو تم بھی
"تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں"

ضرورت ہے

ہمیں ایسے پڑھے لکھے ملازم کی ضرورت ہے
ورق گردانی پیہم سے جو ہرگز نہ تھکتا ہو
ہمیں درکار ہے اک مردِ صاحب جستجو ایسا
جو اخباروں کی خبروں کے بقیے ڈھونڈ سکتا ہو

دوٹی وی آرٹسٹ

مجھ کو ملی ہے جو رقم تجھ کو بتا چکا ہوں میں
اپنا زر معاوضہ تو بھی تو آشکار کر
از رہ بے تکلفی اس میں ہے کیا مضائقہ
"آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر"

ٹوہوم اٹ مے کنسرن ا۔

ایک ہی نظم ہے ان کی جس کو
ہر کہیں جا کے سنا دیتے ہیں
بھول جاتے ہیں جو کوئی مصرع
سامعین ان کو بتا دیتے ہیں

To whom it may concern.1

ہم جا رہے ہیں بھائی

باندھی ہوئی کس کے ٹانگے سے چارپائی
ہے ساتھ ساتھ اپنے
اجداد کی نشانی اک مضمحل رضائی
اکیسویں صدی میں ہم جا رہے ہیں بھائی

پہنے ہوئے ہیں تن پر پیراہنِ ہوائی
کالر نہیں ہے پھر بھی
گردن میں اک پرانی لہرا رہی ہے ٹائی
اکیسویں صدی میں ہم جا رہے ہیں بھائی

مکتب میں مدتوں سے موقوف ہے پڑھائی
کیا گل کھلا رہی ہے
واعظ کی خوش بیانی مسجد میں ہے لڑائی
اکیسویں صدی میں ہم جا رہے ہیں بھائی

رختِ سفر ہے اپنا ، اپنی برہنہ پائی
آنکھوں میں صرف سپنے
ہاتھوں میں ناتوانی اور کاسۂ گدائی
اکیسویں صدی میں ہم جا رہے ہیں بھائی

جاتے جاتے

پھر مری جان کسی وقت مفصل ہو گی
یہ ملاقات ، ملاقات کا دیباچہ ہے

غزل

پجیرو بھی کھڑی ہے اب تو ان کی کار کے پیچھے
عظیم الشان بنگلہ بھی ہے سبزہ زار کے پیچھے

کہاں جچتی ہے دیسی گھاس اب گھوڑوں کی نظروں میں
کہ سرپٹ دوڑتے پھرتے ہیں وہ معیار کے پیچھے

عجب دیوار اک دیکھی ہے میں نے آج رستے میں
نہ کچھ دیوار کے آگے نہ کچھ دیوار کے پیچھے

تعاقب یا پولس کرتی ہے یا از راہ مجبوری
کوئی گلزار پھرتا ہے کسی گلنار کے پیچھے

سرہانے سے یہ کیوں اٹھے، وہ دنیا سے نہیں اٹھتا
مسیحا ہاتھ دھو کر پڑ گیا بیمار کے پیچھے

ہوا خواہانِ سرکاری تو بس پھرتے ہیں رہتے ہیں۔
کوئی سرکار کے آگے کوئی سرکار کے پیچھے

بڑے نمناک سے ہوتے ہیں انور قہقہے تیرے
کوئی دیوارِ گریہ ہے ترے اشعار کے پیچھے

فصیح الملک

جوش بیاں میں ایک مقرر نے یوں کہا
میدان جنگ فوج نے لاشوں سے بھر دیا
اپنے سپاہیوں کی دلیری نہ پوچھیے
دشمن کو گولیوں سے تہہ تیغ کر دیا

اُوں ہُوں

ووٹوں سے کہ نوٹوں سے کہ لوٹوں سے بنے ہے
یہ راز ہیں ایسے جنہیں کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
اندر کی جو باتیں ہیں ٹٹولا نہیں کرتے

لاثانی زنانی

اپنی زوجہ کے تعارف میں کہا اک شخص نے
دل سے ان کا معترف ہوں میں زبانی ہی نہیں
چائے بھی اچھی بناتی ہیں مری بیگم مگر
منہ بنانے میں تو ان کا کوئی ثانی ہی نہیں

خارج از نصاب

میرا خیال ہے کہ سبھی اہلِ ذوق سے
مجھ کو ملے گی داد بہت اس خیال پر
از روئے شرع بھی تو پولس فایدے میں ہے
لگتی نہیں زکوٰۃ بھی رشوت کے مال پر

رُوٹ ایک اومنی بس کا

ہاسپٹل سے یہ بس جاتی ہے تھانے کی طرف
پھر کچہری کی عمارت اور کھلے میدان تک
پھر پہنچ جاتی ہے پاگل خانے اور پھر اس کے بعد
جیل سے ہوتی ہوئی جاتی ہے قبرستان تک

خطیب

مرا دوست ہے اک فلاں بن فلاں
بلند اس کی دانش کا پایہ رہے
خطابت میں اس کا ہے ایسا مقام
نہ بولے تو محفل پہ چھایا رہے

یونیورسل

آئی ہے ایک بات بہت کھل کے سامنے
ہم نے مطالعہ جو کیا ہے سماج کا
اک مسئلہ ہے سارے گھرانوں میں مشترک
ہر گھر میں ایک فرد ہے ٹیڑھے مزاج کا

افتاد

بہت سے لوگ رستے میں کھڑے تھے
کسی کے تین مصرعے گر پڑے تھے

وہاں اک بھیڑ تھی اہل سخن کی
سنی میں نے بھی اک اک بات ان کی

چھڑی تھی ایک بحث بے کرانہ
فسانہ در فسانہ در فسانہ

کوئی بولا یہ صنف ماہیا ہے
بڑی پر سوز سی طرز ادا ہے

دھواں اٹھتا ہو جیسے چوب تر سے
پگھل جاتے ہیں دل اس کے اثر سے

معاً اک سمت سے آواز آئی
نہیں ہے ماہیا ہرگز یہ بھائی

یہ نظمِ نازک و نغز و نکو ہے
یہ منظومہ سراسر ہائیکو ہے

اسے اک صنفِ خوش اوزان کہیے
سخن کی لعبتِ جاپان کہیے

اگر از بحر آں بیروں نرفتی
بہ ترتیبِ عروضی پنج ہفتی

یہ سن کر گفتگوئے عالمانہ
یہ تنقیدِ فقید و فاضلانہ

ہوا اک شخص یوں توصیف پیرا
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

بڑے پائے کی رائے آپ کی ہے
یہ رائے بوعلی کے ناپ کی ہے

اگرچہ آپ کا ہے ووٹ میرا
پہ ہے اک اختلافی نوٹ میرا

جب اس پر ماہیے کا شائبہ ہے
ہم اس کو مائیکو کہہ لیں تو کیا ہے

یہ نکتہ تھا نہایت بحث انگیز
ہوا پھر ایک شاعر یوں نوا ریز

مری ایک بات بھی سن لو ذرا سی
کہ یہ صنفِ سخن تو ہے ثلاثی

ثلاثی کی حمایت لازمی ہے
کہ لفظوں کی کفایت لازمی ہے

رباعی سے یہ قدرے مختصر ہے
یہ اک پیرایہ علم و ہنر ہے

کہ اس میں فکر بھی احساس بھی ہے
یہ روحِ عصر کی عکاس بھی ہے

کوئی سنتا نہیں فریاد میری
یہ نوعِ شعر ہے ایجاد میری

کوئی گونجی صدا اس کھلبلی میں
ابھی پچھلے دنوں پچھلی گلی میں

یونہی اک مسئلہ تھا اختلافی
ہوئی تھی اس پہ بھی تکرار کافی

دلائل کچھ اِدھر کے کچھ اُدھر کے
مخالف زاویئے نقد و نظر کے

بہم دست و گریباں ہو گئے تھے
سخن شمشیر بُرّاں ہو گئے تھے

کوئی اک بات ایسی کہہ گیا تھا
تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا تھا

وہاں بھی واقعہ ایسا ہوا تھا
کوئی انشائیہ سا گر پڑا تھا

ردیف تو آئے گی

ابھی جو دیکھ رہی تھی نگاہ بھر کے مجھے
کدھر گئی میرا روزہ خراب کر کے مجھے

غزل

اس کے در پہ وہ جو اک دربان پایا جائے ہے
کتنے نقصانات کا امکان پایا جائے ہے

صرف دریا پر نہیں موقوف ایسی کھلبلی
چائے کی پیالی میں بھی طوفان پایا جائے ہے

تیری دنیا میں کچھ بھی تو نہیں ہے پائیدار
ہاں مگر ایک مستقل بحران پایا جائے ہے

گرم ویسا ہی پشاور بھی ہے اور لاہور بھی
ان دنوں ہر شہر میں ملتان پایا جائے ہے

گھر میں ہو سکتی ہے یہ بھی صورت غیب و حضور
میزبان غائب اور مہمان پایا جائے ہے

ہے تکبر آفریں مال و متاع دنیوی
مان تو ہو گا جہاں سامان پایا جائے ہے

تو نے انور کوئی ایکشن فلم دیکھی ہے ضرور
تیری باتوں میں بڑا ہیجان پایا جائے ہے

درسِ امروز

بچو یہ سبق آپ سے کل بھی میں سنوں گا
وہ آنکھ ہے نرگس کی جو ہرگز نہیں سوتی
عنقا ہے وہ طائر کہ دکھائی نہیں دیتا
اردو وہ زباں ہے کہ جو نافذ نہیں ہوتی

داخل دفتر

کلرکوں کی سبھی میزوں پہ انور
ہر اک فائل مزے سے سو رہی ہے
اگرچہ کام سارے رک گئے ہیں
مگر میٹنگ برابر ہو رہی ہے

عشرت فانی

آکسیجن یہاں نہیں ملتی
پھیپھڑوں کو دھوئیں سے بھرتا ہوں
یاد کرتا ہوں گاؤں کو اپنے
جب ترے شہر سے گزرتا ہوں

ملتے جلتے

شاعرانہ اور ظریفانہ ہو گر ذوق نظر
زندگی میں جابجا دلچسپ تشبیہیں بھی ہیں
ریل گاڑی اور الیکشن میں ہے اک شے مشترک
لوگ بے ٹکٹے کئی اس میں بھی ہیں اس میں بھی ہیں

سادہ و رنگیں

اب تو بچت کی فکر ہمیں ہر مقام پر
ترکیب کوئی سادہ و رنگیں سجھائے گی
انور کسی کی سالگرہ پر بجائے کیک
تربوز کاٹ لیں تو قیامت نہ آئے گی

ثابت قلم

کبھی زیر کیا نقطہ ہائے بالا کو
ہمیں پسند نہ آیا کہ تو کو یو کرتے
کبھی لکھی نہیں درخواست ہم نے انگلش میں
"زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے"

رویتِ ہلال

نکلتا ہے کہ آدھی رات روپوش رہتا ہے
ہمیں معلوم ہو کیسے کہ ا کا مدعا کیا ہے
مناسب ہے یہی اب تو ہر اک عید سے پہلے
کمیٹی چاند سے پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

دعا

میری آنکھوں کو یہ آشوب نہ دکھلا مولا
اتنی مضبوط نہیں تابِ تماشا میری
میرے ٹی وی پہ نظر آئے نہ ڈسکو یا رب
"لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری"

تم بھول گئے شاید

وہ جو دودھ شہد کی کھیر تھی
وہ جو نرم مثل حریر تھی
وہ جو آملے کا اچار تھا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جو ہرن کے تیخ کباب تھے
وہ جو آپ اپنا جواب تھے
وہ جو کوئٹے کا انار تھا

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو سیب زینت باغ تھے
وہ جو شاخ شاخ چراغ تھے
وہ جو آلوؤں کو بخار تھا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ رقیب کے جو بغیر تھ
وہ جو چاند رات کی سیر تھی
وہ جو عہدِ فصلِ بہار تھا
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بیلنس شیٹ

"جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے"
کل تم کو بتا دیں گے رقم کتنی بنی ہے

ہکلی غزل

کَ کَ کیا گلہ زَ زَ زندگی جو صعوبتوں کا سفر ہوئی
غَ غَ غم نہیں یہ تہِ آسماں جَ جَ جس طرح بھی بسر ہوئی

دَ دَ دردناک غضب کی تھی دَ دَ داستانِ الم مری
کَ کَ کوئی بھی تو نہ تھا وہاں جَ جَ جس کی آنکھ نہ تر ہوئی

چَ چَ چپکے چپکے چلا کیا چَ چَ چشمِ ناز سے سلسلہ
نہ کسی کو بھی کسی بات کی کَ کَ کانو کان خبر ہوئی

رَ رَ روشنی بھی ذرا ذرا تَ تَ تیرگی بھی ذرا ذرا
کَ کَ کچھ بھی مجھ کو خبر نہیں شَ شَ شام ہے کہ سحر ہوئی

ہے نمودِ فصلِ بہار کی جَ جَ جابجا مَ مَ مختلف
لَ لَ لال چہرۂ گل ہوا سَ سَ سبز شاخِ شجر ہوئی

غَ غَ غیر کو بھی وہی ملا جو ترا نصیب تھا انورؔ
یَ یَ یار کی نظرِ کرم نہ اِدھر ہوئی نہ اُدھر ہوئی

تازہ خبر

جائیں گے قافلے بھی بہر طور اسی طرف
اور ان کے ساتھ ساتھ لٹیرے بھی جائیں گے؟
انورؔ خدا کرے کہ یہ سچی نہ ہو خبر
اکیسویں صدی میں وڈیرے بھی جائیں گے

تھروپراپرچینل

سنا ہے اس کی منظوری بہر صورت ضروری ہے
اسی کے حکم سے اس آرزو کے پھول کھلتے ہیں
ہمیں اگلی صدی میں داخلہ درکار ہے انورؔ
سنا ہے داخلے کے فارم امریکہ سے ملتے ہیں

رنگ میں بھنگ

ہیر نکلی جس گھڑی رانجھے کے سنگ
اس کا ماما آن ٹپکا خواہ مخواہ
چل رہے تھے اشتہار اچھے بھلے
اک ڈرامہ آن ٹپکا خواہ مخواہ

کرے گا کیا؟

مانا کہ بیٹھ جائے گا دفتر میں تھوڑی دیر
اٹھے گا جب وہاں سے تو اٹھ کر کرے گا کیا؟
انورؔ مری سمجھ میں تو آتی نہیں یہ بات
دورہ نہیں کرے گا تو افسر کرے گا کیا؟

گلکار

چہرہ بھی راہرو کا ہے کیچڑ سے داغ داغ
شلوار بھی غریب کی چھینٹوں سے بھر گئی
کیا دلفریب نقش بنے ہیں قمیض پر
موجِ خرام کار بھی کیا گل کتر گئی

کنگ سائز

ظرف کا حجم دیکھ کر انورؔ
اک تاثر سپردِ خامہ ہے
یہ جو بوتل ہے کوکا کولا کی
کوکا کولا کا سالنامہ ہے

مہمان دار

ایک کنجوس کے بارے میں سنا ہے میں نے
ایک لقمہ بھی نہ اس نے کبھی تنہا کھایا
اس کی تکنیک کے قرباں کہ ہمیشہ اس نے
سامنے بیٹھ کے آئینے کے کھانا کھایا

قیس بن عامر اور لیلیٰ کی ماں

میری لیلیٰ کو ورغلاتا ہے
تیرا مردہ خدا خراب کرے

سوکھ جائے تو بید کی مانند
کبھی تیرے نصیب ہوں نہ ہرے

تو گرفتار ہو شبے میں کہیں
کوئی تیرا نہ اعتبار کرے

تو ڈکیتی میں دھر لیا جائے
دوسروں کے کیے بھی تو ہی بھرے

کسی تھانے میں ہو تری چھترول
تجھ پہ جھپٹیں سپاہیوں کے پرے

چاہے بھرکس نکال دیں تیرا
کوئی فریاد پہ نہ کان دھرے

تو کچہری میں پیشیاں بھگتے
کوئی منصف تجھے بری نہ کرے

نکلے گھر سے ترے کلاشنکوف
تو پولس کے مقابلے میں مرے

بیان حلفی

میں اپنے گھر گیا تھا وہ جب اپنے گھر گئی
پھر مجھ کو کیا خبر کہ وہاں سے کدھر گئی

غزل

باز اپنی جفا سے ستم ایجاد نہ آیا
حالانکہ اسے شیوہ بیداد نہ آیا

کالج میں ہیں خالی کبھی بنچیں کبھی کرسی
شاگرد اگر آئے تو استاد نہ آیا

مخلوق خدا آئی ہے کیا کیا نہ جہاں میں
آدم سا کوئی صاحبِ اولاد نہ آیا

لایا جو مری تشنہ لبی کے لیے سوغات
کچھ اس کو بھی چھلنی کے سوا یاد نہ آیا

مجنوں کو شکایت ہے کہ گجرات میں انور
کیوں مرگِ مہینوال پہ فرہاد نہ آیا

دیکھتے جاؤ

اک دھند سی ہے جس میں ہیولا سا ہے کوئی
ہے کون میرے سامنے مجھ کو خبر کہاں
اب مائینس تھری کا بھی چشمہ اتر گیا
"اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں"

پاپ

تو دیکھ تو ذرا یہ مغنّی کی جست و خیز
پوشاک کی بھی اس کی بدن پر بہار دیکھ
نغمے میں کوئی بات بھی سننے کی اب نہیں
"ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ"

معذور ادیب

بہت مستحق ہوں میں اس باب میں
میں درخواست دینے پہ مجبور ہوں
مجھے بھی وظیفہ عطا کیجئے
میں لکھنے لکھانے سے معذور ہوں

میزبان

اک ٹریفک انسپکٹر اس طرح گویا ہوا
کثرت خوراک سے کچھ اور برکت ہو گئی
توند میری ہو گئی ہے میز کی صورت دراز
اور بھی چالان لکھنے میں سہولت ہو گئی

کرّوفر

جب حسب تسلی نہ ملا قافیہ کوئی
پھر کام چلایا ہے فقط خانہ پری سے
کرتا ہے خوشامد بھی بڑے رعب سے انور
مکھن بھی لگائے تو لگاتا ہے چھری سے

صحبت آدم

سنا رہا ہوں اسی بات کو میں اردو میں
جو فارسی میں کہی ہے حکیم امت نے
حضور حق میں یہ ابلیس نے شکایت کی
مجھے خراب کیا آدمی کی صحبت نے

سودائی

جب میری پہنچ میں کوئی سودا ہی نہیں ہے
پھر کس لیے لگتا ہے یہ میلا میرے آگے
میں ایک سبک جیب اِدھر کا نہ اُدھر کا
بکرا مرے پیچھے ہے تو لیلا مرے آگے

گر تو برا نہ مانے

بجٹ میں دیکھے ہیں سارے ترے
انوکھے انوکھے خسارے ترے

اللّے تللّے ادھارے ترے
بھلا کون قرضے اتارے ترے

گرانی کی سوغات حاصل مرا
محاصل ترے، گوشوارے ترے

مشیروں کا جمگھٹ سلامت رہے
بہت کام جس نے سنوارے ترے

مری سادہ لوحی سمجھتی نہیں
حسابی کتابی اشارے ترے

کئی اصطلاحوں میں گوندھے ہوئے
کنائے ترے، استعارے ترے

تو اربوں کی ، کھربوں کی باتیں کرے
عدد کون اتنے شمارے ترے

تجھے کچھ غریبوں کی پروا نہیں
وڈیرے ہیں پیارے ، دلارے ترے

ادھر سے لیا کچھ اُدھر سے لیا
یونہی چل رہے ہیں ادارے ترے

یا مظہر العجائب

رونے کی گرچہ بات ہے آتی ہنسی بھی ہے
بے محکمہ وزیر ہے اور مرکزی بھی ہے

غزل

تجھے مجھ سے مجھ کو تجھ سے جو بہت ہی پیار ہوتا
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

ترا ہر مرض الجھتا مری جانِ ناتواں سے
جو تجھے زکام ہوتا تو مجھے بخار ہوتا

جو میں تجھ کو یاد کرتا تجھے چھینکنا بھی پڑتا
مرے ساتھ بھی یقیناً یہی بار بار ہوتا

کسی چوک میں لگاتے کوئی چوڑیوں کا کھوکھا
ترے شہر میں بھی اپنا کوئی کاروبار ہوتا

غم و رنج عاشقانہ نہیں کیلکولیٹرانہ
اسے میں شمار کرتا جو نہ بے شمار ہوتا

وہاں زیرِ بحث آتے خط و خال و خوئے خوباں
غمِ عشق پہ جو انورؔ کوئی سیمینار ہوتا

ماہر امراضِ چشم

میں نے ان پوچھا صاحب اس کی کیا تدبیر کریں
جس کی آنکھوں کو لپکا ہے دل پر زخم لگانے کا
کہنے لگے وہ انور صاحب آپ بھی کتنے بھولے ہیں
میرے پاس اٹھا لائے ہیں کیس زنانے تھانے کا

پروز پوئٹ

آپ کے فن کا تعلق عالمِ بالا سے ہے
یہ ہنر کا زور زیرِ آسماں ممکن نہیں
شعر لکھتے ہیں یقیناً آپ جا کر چاند میں
ایسی بے وزنی کی کیفیت یہاں ممکن نہیں

اگر

یہی شیوہ گر اپنا لیں پرندے اور پودے
تو پھر خوش بختیوں، خوشحالیوں کا کیا ٹھکانہ
شجر سوچے کہ پھل کے صرف دو دانے بہت ہیں
کہے مرغی کہ انڈے دو ہی اچھے فی زمانہ

دردو درماں

یہی درماں ہے میری اقتصادی تیری بختی کا
مرے اندر کوئی پھوٹے کرن خود احتسابی کی
مری منصوبہ بندی میں چھپی ہے قرض کی دیمک
"مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی"

اَن بیان ایبل

اپنی عادت، اپنا شیوہ یہی ہے اک زمانے سے
اس نے کہا میں لیڈر ہوں اور ہم نے لیڈر مان لیا
اب اس ضمن میں حال ہمارا ناگفتہ ہی بہترہ ے
آخر واٹر کولر کو بھی ہم نے رہبر مان لیا

کون اسے سمجھائے

اب تو اس کو ما سوا لاہور کے
شہر بھی کوئی پسند آتا نہیں
ڈاکٹر بننے کو آیا گاؤں سے
ڈاکٹر بن کر وہاں جاتا نہیں

ناطقہ سربگریباں

جسے کہتے ہیں پنجابی میں وٹّر
وہ اس مائع کو واٹر۔۱ پڑھ رہا ہے
کوئی انگریز کو سمجھاؤ انورؔ
کہ دختر لکھ کے ڈاٹر۔۲ پڑھ رہا ہے

Doughter.2...Water.1

بھرپور

ہیں ملاقات کے سارے ہی قرینے موجود
اور پہلا جو قرینہ ہے وہ بھرپور بھی ہے
میری مانو تو رہو آج کی شب گھر میرے
لوڈ شیڈنگ بھی ہے ، بادل بھی ہیں ، گھر دور بھی ہے

ایک جدید ترین نظم

فرشتوں نے پرچھائیاں اوڑھ لی ہیں
درختوں کی شاخوں پہ ناخن اگے ہیں
اس آوارہ خوشبو کو زنجیر کر لو
کہ سم سم کھلے
وہ برگد سے لٹکی ہوئی آنکھ دیکھو
ادھر بھی نظر ہو
کہ چائے کی پیالی میں سگریٹ کی دو چار لاشیں پڑی ہیں
ازل سے دمادم چلی آ رہی ہے
مرے پیچھے پیچھے

یہی کان سے سونگھنے کی تمنا
یہی آنکھ سے چکھنے چھونے کی خواہش

میں ہوں سر بزانو
سرِ خوانِ یغما
لبوں پر دعا ہے
کہ کوئی تو آئے
شرابوں کو پھر شکل انگور دے دے
کبابوں کو بچھڑے میں تبدیل کر دے
خدا جانے کب تک
یہ جسموں کے ہینگر

نئے سوٹ لٹکائے پھرتے رہیں گے

اڑا ہے غبارہ

تو کیسا تحیر

یہ کیا معرکہ ہے جو سَر ہو رہا ہے

خلا سے خلا تک

سفر ہو رہا ہے!

عطیہ چشم

اس شرط پہ چاہے کوئی لے لے مری آنکھیں
دیکھے نہ حسینوں کے سوا اور کسی کو

غزل

مرد ہونی چاہیے ، خاتون ہونا چاہیے
اب گریمر کا یہی قانون ہونا چاہیے

رات کو بچے پڑھائی کی اذیت سے بچے
ان کو ٹی وی کا بہت ممنون ہونا چاہیے

دوستو انگلش ضروری ہے ہمارے واسطے
فیل ہونے کو بھی اک مضمون ہونا چاہیے

نرسری کا داخلہ بھی سرسری مت جانیے
آپ کے بچے کو افلاطون ہونا چاہیے

صرف محنت کیا ہے انور کامیابی کے لیے
کوئی اوپر سے بھی ٹیلیفون ہونا چاہیے

شین قاف

شین اور قاف کسی طور ہو بہتر میرا
کسی حیلے میرے لہجے کی درستی ہو جائے
کس قدر صحت لفظی کا ہے لپکا مجھ کو
پان کھاتا ہوں کہ اردو مری شستی ہو جائے

لا۔ دوا

کل یہ بات کہتا تھا اک مریض دو جے سے
ہسپتال آ کر بھی سوچتا ہوں کیا پایا
کس قدر ملاوٹ ہے ادویات میں بھائی
"درد کی دوا پائی دردِ لا دوا پایا"

عبدالحمید عدمؔ

(سبزی منڈی میں)

بند گوبھی پہ شعر کہہ دینا
کیا عدم کی ہنر شعاری ہے
"پس پردہ بھی کچھ نہیں موجود
پردہ داری ہی پردہ داری ہے"

جبر و قدر

قدرت نے ان کو جونہی نوازا ، بنا دیا
پیسے تھے ان کے پاس لہٰذا بنا دیا
ان میں بہت تھی کچھ نہ بنانے کی اہلیت
جب کچھ نہ بن سکا تو پلازا بنا دیا

فضیلت مآب

ٹی وی والوں سے پھر بھی کہتا ہوں
بات ایسی کہی نہیں جاتی
ریڈیو میں یہی تو خوبی ہے
"کوئی صورت نظر نہیں آتی"

ورثہ

ہم تو بھگت رہے ہیں انھی کا کیا دھرا
اس واقعے میں ان کی سیاست کا دخل ہے
بچے کے ہاتھ سے جو دہی گر پڑا ہے آج
اس میں تمام پچھلی حکومت کا دخل ہے

انتخابی منشور

مجھے گر منتخب کر لو گے بھائی
پپنے کی نہیں کوئی برائی
مجھے کہنا کہ ناقص ہے صفائی
گٹر سے بھی اگر خوشبو نہ آئی

فطرتِ ثانیہ

بھولے سے ہو گئی ہے اگرچہ یہ اس سے بات
ایسی نہیں یہ بات جسے بھول جائیے
ہے کس بلا کا فوٹو گرافر ستم ظریف
میّت سے کہہ رہا ہے ذرا مسکرائیے

پیغامِ ضمیر

کچھ جمالِ زیست سے بھی استفادہ کیجیے
آنکھ میں مقدار خوش بینی زیادہ کیجیے

بمناسبت جشنِ خمار

اگرچہ لغت میں ہیں یہ معانی خمار کے
وہ کیفیت کہ جس سے بدن ٹوٹنے لگے
لیکن مشاعرے میں مراد اس سے ہے وہ شخص
بے ساختہ جو دادِ سخن لوٹنے لگے

جنابِ عالی

سنا ہے اب جمیل الدین عالؔی
دوحہ میں جا کے دوہا پڑھ رہے ہیں

امجد اسلام امجد

موسمِ گل ہے طبع آمد بھی
سب جسے خوشگوار کہتے ہیں
میر امن بھی کہہ اٹھے انؔور
اس کا باغ و بہار کہتے ہیں

محمد کبیر خان

(بمناسبت تقریب "ہمہ یاراں دشت")

انورؔ بہ مدحِ خانِ گرامی قلم اٹھا
اس کو مہنت ، سنت ، بھگت اور کبیر لکھ

لکھ اس کو فارسی میں برادر ز ربطِ خاص
اردو میں بھائی ، مادری بولی میں وِیر لکھ

لکھ اس کے باب میں کہ وہ بندہ شریف ہے
پر چشمِ شرتی کو ذرا سا شریر لکھ

اس کا یہ برسبیلِ سفر ذکرِ دوستاں
اس تذکرے کو تذکرۂ دلپذیر لکھ

ایسے خلوص مند کو یاروں کے واسطے
انعامِ بے نہایتِ ربِ قدیر لکھ

وہ بھی ہے درد مند شگفتہ بیاں ، اسے
منجملہ قبیلۂ سید ضمیر لکھ

اس کا الٹ کے نام بڑھا اس کی منزلت
انور کبیر خان کو خانِ کبیر لکھ

سرفراز شاہد

(بمناسبت تقریب ''کچھ تو کہیے'')

شرافت کے منافی چیز لگتی ہے اسے بھدی
تصنع کے رویئے کو سمجھتا ہے بہت ردی
کلام اس کا شکر ریزی، شکر بیزی ، شکر خندی

اسے اس زعفرانی رنگ کو بکھرانا آتا ہے
یہ وہ شاعر ہے ہمدم جس کو مسکروانا آتا ہے

سلیقے سے محاذ کج روی پر وار کرتا ہے
نئی تہذیب کے اطوار سے بیزار کرتا ہے
بہ انداز شگفتہ درد کا اظہار کرتا ہے

اسے پیراہنِ گل زخم کو پہنانا آتا ہے
یہ وہ شاعر ہے ہمدم جس کو مسکروانا آتا ہے

کلام نغز شاہد سے طبیعت لہلہاتی ہے
جو طبع خشک ہے وہ بھی برابر حظ اٹھاتی ہے
لب زاہد پہ بھی اک مسکراہٹ پھیل جاتی ہے

اسے تو غیر موصل شے بھی برقاتا آتا ہے
یہ وہ شاعر ہے ہمدم جس کو مسکرواتا آتا ہے

ہمیں یہ دیکھنا ہے روشنی ہے کون سی بڑھ کر
چراغِ برق بڑھیا یا تبسم کی کرن بہتر
ادھر مجموعۂ شاہد، ادھر ہے واپڈا انور

ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے
یہ وہ شاعر ہے ہمدم جس کو مسکرواتا آتا ہے

☆☆☆

THE END........ختم شد ....